**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

# پیر سیّدغلام نصیر الدین نصیرگیلانیؒ آف گولڑہ شریف کا نظریۂ تصوف

**جمیل احمد[1] ، پروفیسرڈاکٹر عبدالغفور اعوان[2]**

***ABSTRACT*--**Human being has been indulged in economic activities so much that he has forgot about his spiritual life. Islamic Tasawuf (Spiritualism) is in accordance with the teaching of Holy Quran and traditions of Spiritualism of Peer Syed Ghulam Naseer-ud-Din of Golara Sharif. Peer Syed Ghulam Naseer-ud-Din was a great spiritual leader. He spent his whole life in spreading of Islamic traditions. According to his thought, existing system of Tasawuf (spiritualism) is not capable to meet modern challenges. But our study proves that Islamic spiritualism (Taswauf), which deals with the purification of heart and mind, is still capable to lead the human being towards right direction and save him from bad things that spoil his heart and mind. Thus, it is necessary that one has to follow a spiritual leader to make his life successful in this world and hereafter.

**Key words**: Islamic spiritualism, Islamic Shariah, spiritual desire, Saints.

Type of paper: **Original Research Article**

Paper received: 25.03.2017

Paper accepted: 15.05.2017

Online published: 01.07.2017

1. Research Scholar, M. Phil Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan-Pakistan. ctsc42dte2@gmail.com. Cell # +923017532971.
2. Dean, Faculty of Management, Social Sciences and Humanities, Institute of Southern Punjab, Multan-Pakistan. ghafoor70@yahoo.com. Cell # +923136015051.

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

**پیرسیدغلام نصیرالدین نصیرگیلانیؒ کا تعارف:۔**

حضرت پیر سید غلام نصیر الدین نصیرگیلانیؒ برصغیر پاک و ہند کی نامور شخصیت حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ کا سلسلۂ نسب پچیس واسطوں سے حضرت محی الدین عبد القادر جیلانیؒ اور چھتیس واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسنؓ سے جا ملتا ہے ۔آپؒ کی جائے ولادت''گولڑہ شریف'' ہے۔گولڑہ شریف پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد کے سیکٹر ای الیون میں واقع ہے۔ یہ راولپنڈی سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ قصبہ وہاں کے قدیم باشندوں ''گولڑہ قوم '' کے باعث "گولڑہ" کے نام سے موسوم ہے۔(۱)

ؒ آپ کی ولادت 11نومبر 1949 ؁کو گولڑہ شریف میں ہوئی۔آپ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے پڑ پوتے، حضرت پیر غلام محی الدینؒ المعروف بابوجی کے پوتے، پیر سید غلام معین الدین گیلانیؒ المعروف لالہ جی کے صاحبزادے اور پیر سید شاہ عبد الحق گیلانی کے بھتیجے اور داماد تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔آپؒ اسلاف کے علوم و فنون کے وارث اور عصرِ رفتہ کے اولیاء و صوفیاء کرام کی یاد گار تھے۔آپؒ نے درسیات اسلامیہ کی اکثر کتب حضرت مولانافتح محمد گھوٹویؒ سے پڑھیں اور بعض دیگر کتب کا درس حضرت مولانا فیض احمد فیضؒ سے حاصل کرنے کا شرف حاصل کیااور فن تجوید و قرآت میں حضرت مولانا قاری محبوب علی لکھنویؒ سے اکتساب فیض کیا۔(۲)

آپؒ سلسلۂ چشتیہ وقادریہ کے معروف روحانی پیشوا ،چراغِ گولڑہ ،وارثِ علومِ مہرعلیؒ ، سجادہ نشین دربارِعالیہ گولڑہ شریف، مایہ ناز ادیب،مصنفِ کتبِ کثیرہ،قادرالکلام شاعراور خطیب العصر تھے۔آپؒ کا شمار اُن ہستیوں میں ہوتا ہے جو دیارِ عشق میں اپناخصوصی مقام رکھتی ہیں۔آپؒ کی شخصیت تفسیر و حدیث،قرآت و تجوید،فقہ و تاریخ،منطق و فلسفہ،قدیم و جدید فارسی، نعت گوئی ، اردو ادب اورشعر و سخن میں درجۂ کمال پر فائز تھی۔آپؒ ایک بلند پایۂ عالم اور محقق تھے۔ آپؒ کوعلوم اسلامیہ کے تمام فنون پر دسترس حاصل تھی۔آپؒ کئی کتب اور مقالہ جات کے مصنف تھے۔آپؒ کی تحریر کا انداز محققانہ تھا۔ اسلوب نہایت سادہ ہے ،عام قاری کو ایسا معلوم ہوتاہے جیسا کہ آپؒ اُن سے مخاطب ہیں ۔تحریر اور تقریر میں روانی اور فی البدیہ کلام کا ع نصر غالب تھا۔تبلیغ اسلام اور تالیفِ قلبِ مسلم ،صوفیاء کرام کی زندگی کا مقصد تھاپیر سی د غلام نصیر الدین نصیر گیلانیؒ کودین اسلام کی تبلیغ کا فریضہ ورثہ میں ملا تھا۔آپؒ صاحب قلم و کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سحر انگیز خطیب بھی تھے۔آپؒ کا خطاب نہایت مدلل اور جا گزیں ہوا کرتا تھا۔فنِ خطابت کے ذریعے آپؒ نے لوگوں کی رہنمائی کی اور فن

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

خطابت کے ذریعے ہی اسلام کی تعلیمات لوگوں تک پہنچاتے رہے۔آپؒ نے علم کی اشاعت ،دین اسلام کی ترویج اور خانقاہی نظام کے وارثوں کو اُن کی ذمہ داریاں یا دکرانے کے لئے اپنے فنِ خطابت کو اہم ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔

ابھی آپؒ کے چھپے جوہر آشکار نہیں ہوئے تھے کہ قدرت نے وہ قادر الکلام ادیب و شاعرِہفت زباں، رجلِ عظیم اور بطلِ جلیل اہل علم و اہل تصوف سے لے لیا۔ 17 صفر المظفربروز جمعۃ المبارک بمطابق 13فروری 2009 ء نمازِ جمعہ سے قبل آپؒ کو عارضۂ قلب لاحق ہوا ،جو جان لیوا ثابت ہوا۔ بروز ہفتہ آپؒ کی نماز جنازہ صاحبزادہ ساجد الرحمن سجادہ نشین آستانہ عالیہ بگھار شریف نے پڑھائی۔ (۳) نمازِ جنازہ میں تمام مکاتبِ فکر کے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

**اسلامی نظام تصوف کا تعارف:۔**

اسلامی تصوف دین اسلام کی اصل اور روح ہے۔اسلامی تصوف کا مقصد تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن ہے۔اسلامی تصوف اُس دور کی پیداوار ہے جب حضرت محمدِمصطفیٰ رسولِ خداﷺ غارحرا میں بیٹھ کر، مخلوق سے لا تعلق ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مستغرق رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ آپﷺ کی عبادت و ریاضت کے اس عمل سے معرفت و آگاہی کا ایک فن وجود میں آیااور اس فن کے ماہرین کی ایک جماعت تیار ہو گئی، بعد میں اس فن کا با قاعدہ نام ''تصوف'' پڑ گیا۔لفظ تصوف آغاز اسلام میں اپنے موجودہ مفہوم کی صورت میں مستعمل نہ تھا، بلکہ تصوف کی اصطلاح کا باقاعدہ وجود نہیں ملتا۔قرآن مجید میں تصوف کو اخلاص،تقویٰ ،تزکیہ اور خشیۃاللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔اور حدیث شریف میں اسے'' احسان ''سے موسوم کیا گیا ہے۔

**تصوف کا مفہوم:۔**

علامہ ابن خلدون اپنی کتاب''تاریخ ابنِ خلدون'' کے مقدمہ میں''علم التصوف ''کے باب میں اس کی توضیح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ھذا لعلم من العلوم الشریعۃ الحادثۃ فی الملت و اصلہ ان طریق ھوءلاء القوم لم تزل عند سلف الامۃ و کبارھا من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم طریق الحق والھدایۃ،اصل التصوف العکوف علی العبادۃ والانقطاع الی اللہ تعالیٰ والاعراض عن زخرف الدنیا و زینتھا والزھد فیما یقبل الیہ الجمھورمن الذۃ و مال و جاہ والا نفراد عن الخلق فی خلوۃ للعبادۃ و کان ذالک عاماًفی الصحابۃ والسلف۔ فلما فشا الاقبال علی الدنیا اختص لمقبلون علی العبادۃ باسم الصوفیۃ والمتصوفۃ۔(۴)

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

ترجمہ:

’’اسلام میں پیدا ہونے والے علوم شرعیہ میں سے علم تصوف بھی ہے۔دراصل طریقہ تصوف کو سلف میں بڑے بڑے صحابہ اور تابعین میں اور ان کے بعد والوں میں طریقۂ حق و ہدایت سمجھا جاتا تھا۔ اس کا بنیادی اصول عبادت پر جم جانااور دنیا سے کٹ کر اللہ سے لو لگالیناااور دنیوی زیب و زینت سے منہ پھیرلیناااور عوام جن چیزوں پر ٹوٹتے ہیں یعنی طرح طرح کے لذتوں پر اور مال وجاہ پر اِن سے بچنااور عبادت کے لئے دنیا سے علٰیحدہ ہو کر گوشہ نشینی اختیا کر لینا یہ طریقہ صحابہ کرامؓ اور سلف میں عام طور پر رائج تھا۔ پھر جب دوسری صدی اور اس کی بعد والی صدیوں میں عام طور پر لوگ دنیا کی دلدل میں گھس گھس کر پھنسنے لگے تو وہ خاص طور پر عبادت میں مصروف رہنے والوں کو صوفیہ اور متصوفہ کہنے لگے‘‘

اہل تصوف نے اپنے ذوق وشوق اور وسعتِ کمال کے پیش نظرتصوف کی تعریف کی ہے۔ تصوف سے متعلق تمام تعریفات قابلِ عمل ،قابل فہم ، قابلِ غوراور قرین از حقیقت ہیں ۔ چند ایک تعریفات یہ ہیں:

حضرت داتا علی ہجویریؒ نے اپنی کتاب ’’کشف ا لمحجوب ‘‘میں لفظ ’’تصوف ‘‘کی وضاحت کے لئے ایک الگ باب قائم کیا ہے۔ مختلف صوفیاء کرام سے مختلف تعریفات نقل کرنے کے بعد،آپؒ لفظ تصوف اور صوفی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لوگوں نے لفظ تصوف کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور کتابیں تصنیف کی ہیں ۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ صوف یعنی پشم وغیرہ کا لباس پہنتا ہے دوسری جماعت کہتی ہے صوفی صف اوّل میں ہوتا ہے اس لئے صوفی کے نام سے موسوم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفیاء نے اصحابِ صفہ کی محبت اختیار کی اس لئے صوفی کہلائے۔ بعض دیگر لوگوں کا خیال ہے لفظ صوفی صفا سے مشتق ہے اور ہر کسی کے طریقۂ تحقیق اور ان معانی میں بیشتر لطائف ہیں۔

مزید وضاحت فرماتے ہوئے آپؒ اپنی رائے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

لفظ صفامسلمہ طور پر قابلِ قدر ہے اور اس کا اُلٹ’کدر‘ ہے۔ رسول اللہﷺنے فرمایا: ذَھبَ صفوالدنیا و بقی کَدَرُ ھا’’ "یعنی دنیا کی صفائی جاتی رہی اور مَیل باقی رہ گیا‘‘ ۔ اشیا کے لطیف حصّے کا نام ’’صفا‘ ہے اور کثیف کو کدر‘ کہتے ہیں۔چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کوصاف رکھتے ہیں اور قلبی آفات سے بری ہوتے ہیں اس لئے صوفی کہلاتے ہیں ۔"(۵)

شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردیؒ تصوف اور صوفی کی جامع تعریف بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

"صوفی وہ ہے جو ہمیشہ تزکیہ نفس کرتا رہے اور اپنے قلب کو نفسانی آلائشوں سے پاک کرکے ہمیشہ اپنے اوقات کوکدورتوں سے پاک و صاف رکھے چونکہ وہ ہر وقت اپنے مولا کے سامنے سرِنیاز خم کرتا رہتا ہے۔ اس لئے اسکی یہ نیاز مندی ،اس کا دل صاف کرکے کدورتوں کوا س سے دورکرتی ہے تاہم جب کبھی نفسانی حرکات و صفات نمودارہوتی ہیں تو وہ صوفی صافی اپنی بصیرت کاملہ سے اسے بھانپ لیتا ہے، اُس وقت وہ خدا کی طر ف رجوع کرتا ہے، لہذا تصفیہ قلب کے ذریعے اس کی دلجمی ہوتی ہے اورنفسانی حرکات سے اس کے دل کو پریشانی اور کدورت لاحق ہوتی ہے، اسی وجہ سے وہ خداسے اپنا قلبی تعلق قائم کرتا ہے جو اس کے قلب کواس کے نفس پر حاوی رکھتا ہے ۔" (۶)

پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانیؒ اپنی کتاب'' راہ و رسمِ منزل ہا''میں اسلامی تصوف کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:-

"اپنی ماہیت کے اعتبار سے تصوف اس ذوق و اشتیاق کا نام ہے جو ایک صوفی کے دل و دماغ میں خدا سے ملنے کے لئے اِس شدت کے ساتھ موجزن ہوتا ہے کہ اُس کی پوری عقلی اور جذباتی زندگی پر غالب آجاتا ہے، جس کا لازم نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صوفی خدا کواِس طرح اپنا مقصودِ حیات بنا لیتا ہے کہ اُسی کے کلمہ،اُسی کے خیال،اُسی کی یاداور اسی کی گفتگو میں لذت و سرور محسوس کرتا ہےـنسیم بہار کے خنک جھونکوں،شفق کی دلرُبا سُرخی میں ، دریا کی روانی میں ، آبشاروں کے ترنم ریز بہاؤ میں ، پھو لوں کی مہک میں ، بلبل کی چہک میں ، تاروں کی چمک میں ، صحرا کی وسعت اور گلستاں کی شادابی میں ، غرض یہ کہ تمام مظاہرِ فطرت اور مناظرِ قدرت میں اُسے خدا ہی جلوہ گر نظر آتا ہے ، گویا تصوف خدا سے ملنے ،اُسے دریافت کرنے اور اُس کے دیدار کی شدید ترین آرزو کا نام ہے ۔ بالفاظ دیگر روحِ انسانی کے اپنے اصل ( خدا) سے واصل ہو جانے کا اشتیاقِ کامل تصوف کہلاتا ہے۔" (۷)

مختصریہ کہ اگرتمام تعریفاتِ تصوف کا جائزہ لیا جائے تورضائے الٰہی اور دیدارِ الٰہی کے حصول کا مقصدتمام تعریفاتِ تصوف میں مشترک پا یا جاتا ہے۔ کسی نے اچھے اخلاق کو اپنانے اور رذائلِ اخلاق سے چھٹکارا پانے کو تصوف کا نام دیا ہے ،تو کسی کے نزدیک نفئ ذات کا نام تصوف ہےـکسی کے نزدیک فنا ئیت ذات کے بعد صفاتِ باری تعالیٰ سے متصف ہو کر مقامِ بقائیت کے درجہ پر فائز ہونا تصوف ہے، تو کسی کے نزدیک مشاہدۂ حق میں ہمہ وقت مستغرق رہنا تصوف ہے۔ الغرض یہ تمام توجیہات ایک ہی مقصد یعنی رضائے الٰہی اور دیدارِ الٰہی کے حصول کے حیلے ، طریقے اور ذریعے

ہیں ، جس نے جس ذریعے سے معرفت حاصل کی اُس نے اُس طریقہ کو حقیقتِ تصوف سے مو سوم کیا۔ اس لحاظ سے پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانیؒ کا بیان کردہ مفہومِ جامع اور مقصودِ تصوف کے قریب تر ہے۔آپ ؒکے نزدیک خدا سے ملنے کی شدید ترین آرزو تصوف ہے۔ جب یہ آرزو صفتِ شوق سے متصف ہو کر ایک صوفی کے دل میں موجزن ہوتیہے تو اُس کے افکار و احوال اور افعال پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔اسی غلبہ کے نتیجے میں صوفی کو تمام مظاہرِ فطرت اور مناظرِفطرت میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہےیہی وحدتِ ذات حق کے عرفان کا مقام ہے، اِسی مقام کی معرفت اہلِ تصوف کی منزل ہے۔اسی مقام پرصوفی کا دامن رذائلِ اخلاق سے پاک اور شمائل محمدیﷺ سے بھر پُور ہوتا ہے۔اس مقام پر بحرِاحدیت میں غوطہ زن ہوکر انسانیت اپنے معراج کو پہنچتی ہے۔عام انسان،انسانِ کامل بن جاتا ہے اور صفاتِ حق تعالیٰ کا کلی مظہر ہوتا ہے۔

**تصوف کا حصول فرضِ عین ہے:۔**

تصوف جز و دین ہے ۔ دین کو اسلام ،ایمان اور احسان سے مرکب فرمایا گیا ہے۔کتب حدیث میں تصوف کو لفظ ''احسان'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ احسان کیا ہے؟ اس کی تفصیل ہمیں' حدیث جبرئیل علیہ السلام' سے ملتی ہے۔

مشکوۃ شریف کے کتاب الایمان میں ''حدیث جبرئیل'' میں احسان کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

قال اخبرنی عن الاحسان قال ان تعبداللہ کانّک تراہُ فان لم تراہُ فانہ یراک (۸)

ترجمہ:"جبرئیل علیہ السلام نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح سے کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہاتو( ایسے یقین کروکہ)وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

قاضی ثنا ء اللہ پانی پتیؒ ''تفسیر مظہری ''میں علمِ تصوف کے مقام اور اہمیت کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

واما العلم الذی یسمون الصوفیۃُ الکرام اُلدّنیا فھوا فرض عینٍ لان ثمرتھا تصفیۃ القلب عن اشتعال بغیراللہ و اتصافہ بدوام الحضور و تز کیۃ النفس عن رذائل الاخلاق من العجب و التکبر والحسد و حب الدنیا و الجاہ والکسل فی الطاعات و اِیثار الشھوات والریا والسمعۃِ و غیر ذالک وتحلیتھا بکرام الاخلاق من التوبۃ والرّضاء با القضاءِ والشکر عل النّعماءِ والصبر علی البلاء و غیر ذالک ولا شکَّ انَّ ھٰذ ہِ الاموَر محرمات علی کل مومن اشد تحریمامنْ معاصِ الجوارح و اھمَّ اِ فتراضاَ من فرائضھا فا الصلوٰۃ والصوم و الزّکوٰۃ وشئی من العبادات لا سیّمابشئی منھا ما لم یقترنْ بل لاخلاصِ والنیۃ۔

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

ترجمہ:"علم لدنی جس کے حاملینِ کو صوفیاء کرام کہا جاتا ہے وہ بھی فرض عین ہے کیونکہ اس کا ' نتیجہ دل کو غیر کی محبت سے پاک کرنا ہےاور دوامی حضور سے متصف ہونا ہے اور نفس کو تکبر،عجب ،حسد،دنیا کی محبت، طاعت میں سستی، شہوت کی ترجیح، ریاکاری اور شہرت جیسی بری خصلتوں سے پاک کرنا ہے اور توبہ راضی بقضاء، نعمتوں پر شکر، مصیبتوں پر صبروغیرہ جیسی اچھی صفات کے ساتھ نفس کو روشن او منور کرنا ہے یہ امور مذکورہ کچھ حرام ہیں اور کچھ ہر انسان پر فرض ہیں ، جو حرام ہیں وہ اعضاء ظاہری کے حرام افعال سے زیادہ حرام ہیں اور جو ان میں سے فرض ہیں وہ ظاہری فرائض سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔پس نماز روزہ اور کوئی دو سری عبادت جب تک اخلاص اور نیک نیتی سے مزین نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔"(۹)

پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانیؒ اپنی کتاب ''نام و نسب '' میں اسلامی تصوف اور خانقاہی نظام کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صورتِ حال کچھ بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ عقا ئد کے اس تباہ کن مادّی دور میں ہر قسم کی گمراہیوں سے بچنے کے لئے بلا شبہ خانقاہوں کا وجود غنیمت ہے ، جو لوگ دینی تعلیم نہ ہونے کے باعث صحیح اور غیر صحیح عقائد میں تمیز نہیں کرسکتے ، اُن کا کسی نہ کسی خانقاہ سے وابستہ رہنا یقیناًدرستئ عقائد اور حفاظتِ ایمان کے لئے حصار کا کام دیتا ہے، کیونکہ ایسے لوگ جو ذہنی شعور نہ رکھنے کے باعث اپنے ذی علم و فضل مشائخ کے عقائد پر کار بند رہنے کی کوشش کرتے ہیں ، وہ دورِ حاضر کے بعض غیر اسلامی نظریات اور لٹریچر کی یلغار سے بھی محفوظ رہتے ہیں ۔ دراصل خانقاہوں پر حاضری دینے والوں کا نصب العین یہی ہونا چاہیئے کہ وہ اِن سے وابستگی کے سبب اس دارِ فانی سے سلامتئ ایمان کے ساتھ رخصت ہوں۔" (۱۰)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تصوف کے علم کا حصول نہایت ضروری ہے۔ تصوف کے بغیر نہ شریعت زندہ رہ سکتی ہے اور نہ ایمان سلامت رہ سکتا ہے۔ اہل تصوف سے وابستگی ایمان کی سلامتی کی ضمانت ہے۔

**نظام تصوف میں عقیدۂ توحید اور نظریۂ وحدت الوجود کی تشریح:۔**

دینِ اسلام کا سارا نظام عقیدۂ توحید پر ہے۔دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے لئے توحید پر ایمان لے آنا بنیادی شرط ہے۔درستئ عقیدۂ توحید کی ہی بنیادپر انسان کی دنیا اور آخرت کی کا میابی کا دارمدار ہے۔تمام انبیاء و رسل کی طرح صوفیاء کرام نے بھی عقیدۂ توحید کی دعوت دی اورتبلیغ کی۔ صوفیاء کرام نے عقیدۂ توحید کی دعوت اس انداز اور خلوصِ نیت کے ساتھ دی کہ یہ عقیدہ عوام الناس کی فکر

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

وعمل میں سرایت کر گیااور اُن کی سیرت و کردار میں اس کا عکس نظر آنے لگا۔اِسی عقیدے کی مؤثر تبلیغ ہی تھی کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئےبرصغیر میں اسلام کی آمد سے قبل لوگوں نے اپنے اپنے عقائد ونظریات کے مطابق کئی خداؤں کے تصوّرات قائم کر رکھے تھے۔ انسانوں کی تفریق کے ساتھ ساتھ خداؤں کی تقسیم اور درجہ بندی بھی کی جا چکی تھی ۔صوفیاء کی تعلیمات سے اُن کے عقائد ونظریات میں نمایاں تبدیلی آئی۔ صوفیاء کے نزدیک عقیدۂ توحیدکی تبلیغ عظیم دینی خدمت ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ان کی تبلیغی کوششوں میں عقیدۂ توحید کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ عقیدۂ توحید کی تبلیغ کے حوالہ سے پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانیؒ اپنی کتاب '' راہ و رسمِ منزل ہا'' میں لکھتے ہیں کہ:

"توحیدِ باری تعالیٰ کا زبان سے اقرار اور پھر دل سے اُس کی تصدیق کرنا بلاشبہ ایمان کی '' اساسی شرط ہے۔اِسی طرح توحید کے حقیقی مفہوم سے نا آشنا ذہنوں کو آشنا کرنا یقیناً ایک عظیم دینی خدمت اور تبلیغِ اسلام کا فریضہ اوّلین ہے۔"(۱۱)

**عقیدۂ توحیدسے نظریۂ وحدت الوجود تک:**

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں اہلِ تصوف نے باطنی کیفیات پر توجہ دی اور مشاہدۂ حق تک رسائی حاصل کر لیباطنی کیفیات کا تعلق حال سے ہے،ان احوال کو لفظوں میں بیان کیا جانے لگا۔ جب باطنی کیفیات و احوال کے بیانات اصطلاحات کی صورت میں سامنے آئے توان حقائق پر بحث کا آغاز ہوا۔ان حقائق پر بحث چھٹی اور ساتویں صدی ھجری میں زور و شور سے جا ری رہی۔اس دور میں تصوف عجمی فلسفیانہ مباحث سے دوچا رہوااور نظریہ وحدت الوجود دلائلِ نظری کی بنیاد پر مرتب صورت میں سامنے آیا۔ صوفیاء نے اس دور میں اپنے نظریات کو علم و حکمت کی ادق زبان میں دلائل و براہین سے بیان کیا۔عقیدہ توحید نے فلسفیانہ مبحث سے دو چار ہونے کے بعد نظریہ وحدت الوجود کی شکل اختیار کر لی۔ نظریہ وحدت الوجود ایک مسلمہ حقیقت ہے۔اس نظریہ نے لامعبود الااللہ کے سا تھ لا موجود الااللہ کا تصور پیش کیا۔ اس تصور سے پہلی بات کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وضاحت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں ،اس حقیقت کا کون انکار کر سکتا ہے؟ نظریہ وحدت الوجود عقیدۂ توحید کی تشریحی حالت ہے۔ اس نظریہ پر بعض اہل علم نے کچھ تحفظات کا اظہار بھی کیا۔بہت سے علمی و مباحثے ہوئے۔ قا ئلینِ نظریہ وحدت الوجوداور مخالفینِ نظریہ وحدت الوجود دونوں کے پاس دلائل و ثبوت موجود ہیں ۔ اہل علم اور صوفیاء کی غالب اکثریت اِسے حق سمجھتی ہے۔

**نظریۂ وحدت الوجود ہے کیا؟**

ذاتِ باری تعالیٰ کے وجود سے متعلق مختلف فلسفیانہ نظریات پیش کئے گئے ، جن میں نظریۂ تنزیہہ، نظریۂ تشبیہ،نظریۂ استویٰ علی العرش اور نظریۂ وحدت الوجود و وحدت الشہود قابلِ ذکر ہیں ۔ ان میں نظریہ وحدت الوجود قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطا بق ہے۔قرآن و حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات لا محدود ہیں اور یہی نظریہ وحدت الوجود کی تعلیمات ہیں ۔مختلف صوفیاء اور علما ء نے اس نظریہ پر اعتراضات بھی کئے، جن کا قائلین نظریۂ وحد ت الوجود نے بر وقت اور مسکت جوابات دیئے۔ کچھ صوفیاء پر اس نظریہ کی حقانیت بعد میں منکشف ہوئی اور انھوں نے اس نظریہ کی طرف رجوع کیا۔صوفیاء و علماء کے تحقیقاتی اختلافات سے مخالفینِ نظامِ تصوف کو بہتان اور الزام تراشی کا موقع میسر ہوا،لیکن قا ئلینِ نظریۂ وحدت الوجود نے بر وقت و بر محل اُن کا محاسبہ کیااور اس الزام تراشی کا باطل ہونا ثابت کیا ۔ انہیں کوششوں میں پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانیؒ نے بھی اپنا حصّہ ڈالا ہے۔آپؒ اکابر صوفیاء کی طرح اس نظریہ کے قائل اور مبلغ تھے۔آپؒ نے اپنی تحریروں ،تقریروں اور بیانات کے ساتھ ساتھ اپنی شعر و شاعری میں بھی اس کی خوب پرچار کی ۔ جاہل صوفیوں کی طرف سے اس نظریہ کی غلط تا ویلات کا بھی خوب محاسبہ کیا۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں یہ ساری جلوہ گری اسی حسنِ مطلق کی ہے اور اِن شمس و قمر ، برق و شرر اور دیگر تمام اجرامِ فلکی میں اسی نور مطلق کی روشنی ہے۔ عارضی طور پر یہ ذاتِ مطلق ، مقیّد اور دائرۂ محدودیت میں نظر آتی ہے، لیکن اس کے باوصف اُس کی شانِ مطلقیّت بدستور قائم و دائم ہے اور رہے گی۔ذات مطلق مخفی تھی پھر اس نے نمود چاہا اور مخلوق کو پیدا کیا۔ مخلوق کی اور ذات مطلق کی نمود میں فرق ہے۔ مخلوق کی نمود عارضی اور فانی ہے جبکہ ذات باری تعالیٰ کی نمود باقی اور لا فانی ہے۔ذات مطلق کی نمود تعینات کے پردے میں ، مختلف مظاہر میں جلوہ نما ہے۔ذات مطلق کا مرتبۂ تنزل میں بشکل انسان و جن عابد ہونا تو ظاہر ہے اور خود ذاتِ واجب کا معبود ہونا بھی شرعََا واضح ہے۔اُس ذات مطلق کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں ہے۔خدا کے سوا کوئی ذات ایسی نہیں جو قائم بالذات ہو یا اُس کی صفات کی طرح صفاتِ ذاتیہ کی مالک ہو۔ مخلوق ذاتِ مطلق کا عین نہیں ہو سکتی، جب عین نہیں ہے تو غیر ہے، غیر کی پرستش شرک ہے۔ غیر اللہ کے وسیع تر مفہوم میں تمام مخلوق آجاتی ہے ۔ تعیّن میں جو چیز ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کا غیر ہوگی۔لفظ غیر کا عمومی اطلاق تمام مخلوق پر ہو گااور تخصیص میں تعیّنِ اوّل کا خیال رکھا جائے گا۔ تعیّنِ اوّل جسے عقل کل یا حقیقتِ محمدیہ کے اسماء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یہ ایک عارفانہ اصطلاح ہے۔صوفیا ء کے نزدیک جب ذاتِ بحت نے تنزّل فرما یا تو اُس کا سب سے پہلا تعیّن حقیقتِ محمدیہ تھا ۔جب حضرت محمد ﷺ نے عروج

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

فرمایاتو آپ ﷺ کے عروج کی انتہا تنزّل ذات کی ابتدا تھی۔ آپ ﷺ کے عروج اور ذاتِ باری کے نزول کا نقطۂ اتّصال حقیقتِ محمدیہ ہے۔حقیقتِ محمدیہ کا شعور اور ادراک محال ہے۔حقیقت محمدیہ کا مقام آنحضرت ﷺ کے جسدِ عنصری سے مقدم و وراء ہے۔ جسدِ عنصری کے خصائص و صفات کا ادراک ہمارے اذہان کے بس میں نہیں تو حقیقت محمدیہ کے ادراک کا خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔تعینِ اوّل پر غیر اللہ کا اطلاق بالعموم ہوگا، با لخصوص نہیں ہوگا ، اعتبارِ مراتب کا خیال رکھاجائے گا۔ یہ قاعدہ ہے جب کسی عام چیز کی نسبت کسی خاص سے ہوگی تو نسبت کی بنیاد پر اُس چیز کو خاص میں شامل کر لیا جائے گا۔ انسان کی اپنی ہستی بھی اس کے لئے غیر ہے۔اہل تصوف اپنی ہستئ موہومہ کو دیوارِ غیر یّت تصور کرتے ہیں ۔ ہر دو جہاں میں ذاتِ واجب الوجود کے سوا کسی کا وجود نہیں اور غیر اللہ کے معنٰی بھی یہی ہیں کہ وہ غیر جو تصوّراتی طور پر ذہن میں موجود ہو ،اُس کا تصوّر بھی غیریّت پر دلالت کرتا ہے،گو یا اُس کے غیر کا تصور بھی ذہن میں نہیں لانا چاہیئے ،چہ جا ئیکہ اُسے خارج میں محسوس و مُبصر تسلیم کیا جائے۔کا ئنات میں وجودِ حقیقی صرف اور صرف اُسی ایک ذات کا ہے، ما سوا کا وجود ، وجودِ حقیقی کے مقابلے میں وجودِ وہمی کی حیثیت رکھتا ہے۔ وجودِ وہمی لفظی اور اعتباری حد تک تو موجود ہوتا ہے مگر حقیقت میں موجود نہیں ہو تا، جیسے سراب آب نظر آتا ہے لیکن آب ہوتا نہیں ۔دنیا اور عقبیٰ کے علاوہ تحت الثرٰی سے عرشِ معلی تک سارے موجودات پہلے عدم کے اندھیروں میں تھے،مگر اُن پر جب آفتابِ حقیقت چمکا تو اشیاء معدومہ موجود نظر آنے لگ گئیں ، گویا اس پوری کائنات میں حقائق ا لاشیاء صرف اور صرف اُس کی حقیقتِ حقہ میں مُضمر ہیں ۔وجود کا اطلاق تو صرف اسی کی ایک ہستی پر ہو سکتا ہے ۔ باقی جو کچھ ہے وہ ہست نما نیست ہے ۔ موجودات کی کثرت تو محض صفاتی ہے۔ زماں و مکاں کی نیرنگیاں اور بُو قلمونی ، حیاتِ مستعا ر کی انجمن آرائیاں یہ سب کچھ اُسی ایک روحِ کل کی جلوہ فر ما ئیاں ہیں۔

جب نظریہ وحدت الوجود کے لئے ہمہ اوست کی اصطلاح استعمال ہونے لگی تو کئی قسم کی خرافات سامنے آنے لگیں ۔ جاہل اور عمل سے عاری صوفیوں نے اس نظریہ میں عقیدۂ حلول کو جگہ دے دی۔وہ وحدت الوجود اور حلول کے فرق کو نہ سمجھ سکے۔ان کے نزدیک تمام موجودات حق باری تعالیٰ کاعین ہیں مظاہر نہیں ،یہ نظریہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے ۔ یہ حال تو جاہل صو فیوں کا تھا،اسی طرح بعض اہل علم نے بھی اس اصطلاح کی تفہیم میں ٹھو کر کھائی، جس کے نتیجہ میں مختلف نظریات وجود میں آئے۔ اس صورت حال کو پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانی ؒ اپنی کتاب ’’ راہ و رسمِ منزل ہا‘‘ میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"جس طرح دنیا کے دیگر علوم و فنون کی بعض اصطلاحات کی تشریحات و تعبیرات نے بڑے بڑے علمی معرکوں اور نظریات کو جنم دیاہے، کچھ اس طرح کا حال تصوّف کی مشہور اصطلاح''ہمہ اُوست ''کے فہم کا ہوا۔ چنانچہ وجودی اور شہودی مسلک معرضِ وجود میںآئے ۔ منکرینِ تصوف کا ایک بڑا اعتراض یہ بھی ہے کہ صوفیاء ہمہ اوست کے قائل ہیں ، یعنی ہر شے وہ ہے۔ یہ صاحب علم صوفیاء پر الزام تراشی ہے، اس لئے کہ وہ ہمہ اوست میں ہمہ از اوست کے قائل ہیں،اُن کے نزدیک ہمہ اوست کا مفہوم بھی یہی ہے کہ تعیّنات ذاتِ باری تعالیٰ کے مظاہر ہیں ،ذات کا عین ہر گز نہیں ۔ ذاتِ باری تعالیٰ واجب الوجود ہے جب کہ کا ئنات ممکن الوجود ہے اور ممکن الوجود ،واجب الوجودکا محتاج ہوتا ہے ۔ لہٰذا ممکن الوجود جو کہ ذاتی اور مستقل وجود کا مالک نہیں ہوتاکو وجود ،واجب الوجود عطا کرتا ہے، جس کی وجہ سے وہ عالم نا بُود سے بُود اور دنیائے نیستی سے عالمِ ہست میں قدم رکھتا ہے۔ پس کا ئنات کی ہر شے اُس کی کسی نہ کسی صفت کی مظہر ہے، سب سے بڑی صفت وجود ہی کو لے لیجئے جو شے بھی مو جود تھی، ہے یا ہوگی اُس کے وجود کا سبب واجب الوجود ہے، اگر ذات مطلق کا وجود نہ ہوتا تو کسی شے کا وجود ممکن نہیں تھا۔"(۱۲)

پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانی ؒ اپنی کتاب''راہ و رسمِ منزل ہا''میں معترضینِ نظریہ وحدت الوجود کے اعتراضات کو اس طرح سے لیتے ہیں:

"بعض کم فہم یہ کہتے سنے گئے کہ اگر تصوف کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر مقام میں جلوہ فرما ہے توکیا بول و براز اورگندے مقامات میں بھی وہی مو جود ہے، یہ اُن کی نا فہمی اور کم علمی کی دلیل ہے ، وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اُس کی کر نیں مسا جد اور دیگر مقاماتِ مقدسہ پر بھی پڑتی ہیں اور گندگی کے ڈھیروں پر بھی، تو کیا سورج کی شعاعیں گندگی کے ڈھیروں پر پڑنے سے ناپاک اور پلید کہلائی جا سکتی ہیں ؟ ہر گز نہیں ۔ اگر شعاعِ آفتاب کثیف اشیاء پر پڑنے کے با وجود پلید نہیں ہو سکتی ، تو کیا وہ ذات ، جس نے آفتاب اور اُس کی تمازت و شعاع کو تخلیق فرمایا، اپنے اچھے بُرے تعیّنات پر جلوہ فرمائی کے با وصف آفتاب کی طرح پاک و صاف نہیں کہلا سکتی ؟ ثابت ہوا تعیّنات تکے ہر رنگ میں ذات کا ظہور ضرور ہے، مگر اُسے اُس رنگ کا اسیر نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اُس کی بے رنگی پر کائنات کے مختلف الا نوع رنگ اپنا رنگ جما سکتے ہیں ، رنگوں میں ظہور کے با وجود اُس کی شان بے رنگی بدستور قائم ہے ۔" (۱۳)

**وحدت الوجود اور حلول میں فرق:-**

معترضینِ نظریۂ وحدت الوجود ، قائلینِ نظریۂ وحدت الوجود پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ وجودی

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

صوفیاء دراصل نظریۂ وحدت الوجود کیآڑ میں حلول کے قائل ہیں ،پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانیؒ کے مطابق ،معترضین کا یہ اعتراض محض الزام اور بہتان تراشی ہے۔ آپ ؒ اُن کے اس دعویٰ کو، دلائلِ قاطعہ سے غلط ثابت کرتے ہیں ۔ آپؒ کے دلائل کا جائزہ لینے سے قبل حلول کے مفہوم کو سمجھتے ہیں۔

**حقیقتِ حلول و اتحاد:**

کپتان واحد بخش سیالؒ ربّانی حلول و اتحاد کی حقیقت اور مفہوم اپنی کتاب ''مقابیس المجالس ''میں ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"حلول کا مطلب یہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ تمام موجودات میں حلول کئے ہوئے ہے، جیسے پانی میں نمک یا شکر۔ عیسائی اور ہندو مذہب میں یہ عقیدہ عام ہے۔ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ کی شکل میں ظاہر ہوئے اور ہندو کہتے ہیں کہ کرشن اور رام اللہ تعالیٰ کے اوتار تھے ہے۔ (Incarnation)یعنی اللہ تعالیٰ اُن میں اُتر آئے تھے۔ یورپ میں اس نظریہ کا نام انکار نیشن اتحاد کا مطلب ہے دو چیزوں کا یکجا ہو نا ۔ شریعتِ اسلامیہ میں حلول و اتحاد دونوں حرام ہیں، اس وجہ سے ذاتِ باری تعالیٰ قدیم ہے اور مخلوق حادث، نہ قدیم حادث ہو سکتا ہے نہ حادث قدیم" (۱۴)

**نظریۂ وحدت الوجود کو حلول کہنے کی بنیادی وجہ:**

پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانیؒ اپنی کتاب ''راہ رسمِ منزل ہا'' میں معترضین کو جواب دیتے ہوئے ، نظریۂ وحدت الوجود کو حلول قرار دینے کی وجہ اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"ابن عربی ؒ کے بعض مقامات و مطالب تو ابتدائی دور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور علامہ اقبالؒ جیسے عظیم مفکرین پر بھی منکشف نہ ہو سکے ، بے چارے پرویز صاحب کیا چیز ہیں ، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ پر جب عرصۂ دراز کے بعد ابن عربیؒ کے بعض اسرار کا انکشاف ہوا تو آپ نے اُن کی عظمت کو تسلیم کیا اور اپنے مکتوبات میں شیخ اکبر ؒ کی بے حد تعریف فرمائی۔" (۱۵)

پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانیؒ کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ نظریۂ وحدت الوجود کو حلول قرار دینے کی بنیادی وجہ، توحید وجودی کے اسرار و رموز تک رسائی کا نہ ہو نا ہے ۔ جس پر یہ اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں انہیں وحدت الوجود اور حلول میں فرق نظر آ جاتا ہے۔

**وحدت الوجود سے حلول لازم نہیں آتا:**

قائلینِ نظریۂ وحدت الوجود کے مطابق وحدت الوجود سے حلول لازم نہیں آتا۔اس حقیقت کو کپتان واحد بخش سیالؒ ربّانی''مقابیس المجالس'' میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

"وحدت الوجود کے قائل علمائے اسلام نے امام ابن تیمیہؒ سے مناظرے کئے اور بتایا کہ وحدت الوجود سے حلول و اتحاد لازم نہیں آتا کیونکہ حلول و اتحاد کے لئے تعدد وجود لازمی ہے، لیکن یہاں سرے سے غیر کا وجود ہی نہیں ہے جو وجود ہے وہ وجودِ حق ہے ، باقی مو جودات کا اور اعتباری یا ظلی اور عکسی ہے۔ جس طرح آئینہ میں (Imaginary)، خیالی (Relative) (۱۶) زید کا عکس یا کسی چیز کا سایہ۔

**ابن عربیؒ حلول کے قائل نہیں تھے:**

پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانیؒ ''راہ و رسمِ منزل ہا'' میں لکھتے ہیں:

"یہ امرمتحقق ہے کہ حضرت ابن عربی ؒنہ صرف یہ کہ حلول کے قائل نہیں تھے بلکہ قائلینِ حلول کو ' ویں سوال ما کلا مہٗ للمو حّدین ( قیامت کافر سمجھتے تھے چنا نچہ ابن عربیؒ حکیم ترمذی کے ۶۴ کے دن اللہ تعالیٰ موحدین کے ساتھ کیا کلام فرمائے گا) کے جواب میں لکھتے ہیں

الجواب یقول لھم فیما ذا وحّد ثُمونی و بما وحد تّمونی ومالذّی اقتضیٰ لکُم توحِیدی فان کنتم وحدّثُمونی فی المظاھر فانتم القائلون با لحلول والقائلون با الحلول غیر موحّدین

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے مجھے کس چیز میں واحد جا نا اور کس وجہ سے واحد مانا اور وہ کون سی چیز ہے جس نے تم سے میری توحید کا تقاضا کیا ، لہٰذااگر تم مظاہر میں میری توحید کے قائل ہوئے ، اس طرح تو تم حلول کے قائل ہوئے اور جو لوگ حلول کے قائل ہوں وہ موحد نہیں ہو سکتے۔اسی طرح ابن عربیؒ نے حکیم ترمذی کے کئی سو سوالات کے جوابات دئیے جو اُن پریاُن کے اپنے مکاشفات و انکشافاتِ قلبیہ سے ظاہر ہوئے۔ظاہر ہے کہ پھر اُن کا عقیدہ بھی یہی تھا، ورنہ وہ قائل حلول ہونے کی صورت میں اس کے بر عکس بھی جواب دے سکتے تھے۔"(۱۷)

**پیرسید غلام نصیر الدین نصیر گیلانیؒ کا نظریۂ بیعت:**

پیرسید غلام نصیر الدین نصیر گیلانیؒ کے نزدیک بیعت ایک مستحسن امر ہے۔اس حوالہ سے انہوں نے آئینۂ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت '' میں پیش ''اپنی تحقیق و تجزیہ ایک مقالہ المسمّٰی بہ کیا۔آپ ؒنے اس مقالہ میں پیری مریدی اور بیعت کے جملہ پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی۔آپؒ بیعت کی شرعی حیثیت کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"ہم معتبر حوالوں سے ثابت کرتے ہیں کہ بیعتِ مذکورہ اور پیری مریدی کا حکم کیا باعثِ اجر و ہے؟ یہ صرف اچھی رسم ہے، اچھا کام ہے اور ثواب امر ہے یعنی زیادہ سے زیادہ مستحب کام ہے اور بس، وہ بھی اس صورت میں جبکہ پیر کامل اور صاحبِ حال ہو۔"(۱۸)

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

معترضین کے مطابق بیعت رضوان ،بیعت طریقت کے حق میں مکمل ثبوت فراہم کرتی ہے۔ اس کے جواب میں آپ ؒ ایک ٹھوس دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگربیعت رضوان سے بیعتِ طریقت ثابت ہے تو علامہ اسماعیل حقّی ؒ کے علاوہ کسی اور مفسر نے اس اہم حکم کو ثابت کیوں نہیں کیا؟ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ۔ ایک وجہ تویہ ہے کہ پیری مریدی ایک لازمی امر نہیں ہے، اس لئے اس پر توجہ نہیں دی گئی اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان مفسرین کے زمانہ میں پیری مریدی اس طرح ایک علیحدہ شعبہ کی صورت میں مو جود نہ تھی۔ آپؒ بیعتِ رضوان سے فی زمانہ مروّجہ پیری مریدی کے استدلال کے حوالہ سے،قرآنی دلائل کے جواب میں اپنی تحقیقی رائے ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"حالانکہ بیعتِ رضوان کے سارے تقاضے مشائخ کی بیعتِ مروّجہ پورے نہیں کرتی اور پھر وہ بیعت نبیؐ کے ہاتھ پر تھی، جس کی حیثیت اور مقام جداگانہ ہے، جس کے لئے یہ الفاظ وارد ہوئے:فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا کہ جس نے نبی ؐ سے کئے جانے والے عہد کو توڑا تو اُس کا وبال توڑنے والے پر پڑے گااور جس نے بوساطتِ نبی ؐ ، اللہ سے کئے جانے والے عہد کو پورا کیا تو اُسے یقیناََ اجرِ عظیم سے نوازا جائے گا۔ اگر بیعتِ مروّجہ کو من کل الوُجوہ بیعتِ رضوان پر قیاس کیا جائے تو پھر محوّلہ بالا آیت کے تحت یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گاکہ جس نے شیخ سے کئے جانے والے عہد کو توڑا تو اُس کا وبال مرید پر پڑے گا اور جس نے بوساطتِ شیخ اللہ سے بصورت بیعت کئے جانے والے عہد کو پورا کیا اُسے اجرِ عظیم دیا جائے گا۔مگر میرے خیال میں کسی بھی مفسریا محّدث نے مشائخ سے کئے جانے والے عہد یا بیعت کے صِلے میں اِس منصوصہ اجرِ عظیم کے ملنے کا مستحق قرار نہیں دیا اور پھر بیعت رضوان میں مسلمانوں سے جو عہد لیا گیا تھا، وہ جہاد پر تھا۔ اِسی طرح عورتوں سے جو عہد لیا گیا ،وہ کبائر،سرقہ اور شرک کے ترک پر تھا، جبکہ بیعتِ مروّجہ میں اُن اُمورِ متذکّرہ کا اعلان اور اظہار کئے بغیر مُرید کیا جا تا ہے۔عہد لینے اور بیعت کرنے کو تو سنّت قرار دیا جاتا ہے، مگر بیعت کے وقت اُن جزیئات کے ذکر اور تلقین کو چھوڑ دیا جا تا ہے، جو بیعتِ رضوان وغیرہ کے انعقاد کی علت ٹھہریتھی۔ علاوہ ازیں بیعتِ مروّجہ کو بیعتِ رضوان پر اس لئے قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ تحتِ شجرہ بیٹھ کر بیعت لینے والی ذات صغائر وکبائر اور جُملہ عیوب سے پاک اور مبرّاہونے کے طاہر و معصوم ہے، جبکہ باقی سب غیر معصوم اور عُیوب و خطا سے ہر گز پاک نہیں ۔ لہٰذا ایک ذاتِ معصوم کا بیعت لینا کہاں اور اور کسی غیر معصوم کا بیعت لینا کہاں۔ نبی اور غیر نبی کے ما بین بُعد المشرقین ہے۔" (۱۹)

آپ ؒ کے اس تجزیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور مشائخ کے عملِ بیعت کو ایک

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

حکم میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ آپﷺ کا بیعت لینا امورِ شریعت میں سے تھا،جبکہ مشائخ کا بیعت لینا سنتِ رسول ﷺ کی ظاہری اور رسمی اتّباع ہے۔آپؒ احادیث مبارکہ میں بیعت سے متعلق مرویات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اب ہم ان احادیثِ مبارکہ کی طرف آتے ہیں ، جن کو ہمارے مخالفین نے اپنے ثبوت میں پیش فرمایا ہے۔ اِن میں سے کچھ تو بیعتِ جہاد کی ہیں ،کچھ بیعتِ ایمان کی،کچھ بیعتِ توبہ کی۔ بیعت جہاد اور بیعتِ ایمان تو بیان ہو چکی ہیں ۔ بیعتِ توبہ کے متعلق کچھ عرض کروں گاکہ اگر وہ بیعت بھی مشائخِ زمانہ والی مروّجہ بیعت تھی تو پھر مختلف مواقع پر چند مخصوص صحابہؓ ہی سے کیوں لی گئی؟ کیا وہ سارے صحابہؓ پر ضروری نہیں تھی اور حضور علیہ السلام پر اگر یہ بیعت لینا ضروری اور آپ ؑ کے فرائضِ منصبی میں شامل تھاتو آپؐ نے بعض صحابہؓ کرام کو اِس سے محروم کیوں رکھا؟ لہٰذ ثابت ہوا کہ یہ ایک گونہ ،نیکی،تقویٰ و طہارت ،توبہ و انابت کی تلقین تھی۔صحابہ نے وعدہ کیا تو آپؐ نے عرب کے دستور کے مطابق ہاتھ میں ہاتھ لے لیا اور بیعت پکّی ہو گئی اور بس۔ اِس کے علاوہ کوئی اور حدیث بھی مزید کسی اور قسم کی بیعت کا ثبوت فراہم نہیں کرتی اور نہ کہیں کوئی ایسا اشارہ ملتا ہے کہ جس میں تمام صحابہ کو حکم دیا گیا ہوکہ تم سب میری بیعت کرو اور پھر قیامت تک سلسلہ در سلسلہ اَس بیعت کو مسلسل اور متواتر چلاتے جاؤ۔"(۲۰)

پیرسید غلام نصیر الدین نصیر گیلانیؒ کے اس تبصرے اور تجزیے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپؒ بیعت کے عمل کو سنتِ رسول ﷺ تسلیم کرتے ہیں ،مگر امت کے لئے اتباعِ سنت کے حوالہ سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپؒ کے مطابق یہ عمل ایک تو عرب کے رسم و رواج سے تعلق رکھتا ہے اوردوسرا مختلف امور پر آنحضرت ﷺ کا بیعت لینا خاصۂ نبوت تھا۔امت کے لئے اس طرح کرنے کا حکم بھی نہیں پایا جاتا۔ یہ بات تو واضح ہے کہ بیعت سنتِ رسول ﷺ ہے۔سوال یہ ہے کہ اتباعِ سنت کے حوالہ سے اس سنت کو کس حکم میں رکھا جائے گا۔پیرسید غلام نصیر الدین نصیر گیلانیؒ معترضین کے اس اعتراض یعنی پیر مہرعلی شاہؒ کے نزدیک بیعتِ مروّجہ سنت ہے، کا جواب ‘‘ آئینۂ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت ’’ ان الفاظ میں دیتے ہیں:

"ہمارے مہربان مضمون نگار نے جب یہ فرمایا کہ بیعتِ مروّجہ سنتِ نبویہ علی صاحبہا السلام ہے اور پھر فتاوٰی مہریہ سے حضرتِ گولڑویؒ کا فتوی پیش کیا کہ آپؒ کے نزدیک بھی بیعت مروّجہ سنت ہے وہاں انہیں چاہیئے تھا کہ یہ وضاحت بھی کرتے کہ اقسامِ سنت میں سے یہ کون سی سنت ہے۔ کیونکہ سنت کی متعدد اقسام ہیں اور ہر سنت کا حکم الگ الگ ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی علامہ ابن عابدین شامیؒ کے

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

صفحہ 103مطبوعہ دارالفکر بیروت سنِ طباعت 1966ء پر مو جود ہے کہ والسنۃنوعان: سنت الھدٰی و ترکھا یوجب اساءۃو کراھیۃ کالجماعۃ والاذان والاقامۃ ونحوھاو سنت الزوائدو ترکھا لا یوجب ذٰلک کسیر النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی لباسہٖ و قیامہٖ و قعودہٖ: والنفل و منہ المندوب یثاب فاعلہٗولا یسئی تارکہٗ قبل و ھوا دون سنن الزوائدِ۔

سنت کی دو اقسام ہیں ، سنت ہُدٰی اور سنتِ زوائد : اِن دونوں کا حکم جدا ہے۔ سنت ہُدٰی کا ترک موجب گناہ اور کراہیّت اور سنتِ زوائدہ کا کرنا باعثِ اجرو ثواب ہے اور اس کے ترک پر عذاب ہے نہ عتاب۔ علامہ شامیؒ سنتِ زائدہ اور نفل کوایک حکم میں رکھتے ہیں ،لہٰذا یہ تعیّن ضروری ہے کہ سنتِ عادی،سنتِ عرفیِ، سنتِ ہُدٰی اور سنتِ زائدہ میں سے بیعتِ مروّجہ کون سی سنت ہے۔"(۲۱)

پیرسید غلام نصیر الدین نصیر گیلانیؒ کے اس اقتبا س سے ،آپؒ کے اختلاف کی اہم وجہ سامنے آرہی ہے کہ مروّجہ بیعت سنت ہے تو درج بالا اقسامِ سنت میں سے کون سی سنت ہے؟ اگر سنتِ ہُدٰی ہے تو دوسرے صحابہ کرامؓ اس سے کیوں محروم رہے اور اگر سنتِ زائدہ ہے تو اس کے تارک کو معتوب کیوں ٹھہرایا جاتا ہے؟اس بحث کو سمیٹے ہوئے آپؒ اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"جواباًَ عرض ہے کہ مروّجہ بیعت ، سنتِ عادی یعنی سنتِ زائدہ ہے اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کا اُسے سُنت قرار دینا اِسی قبیل سے ہے، یعنی سنتِ زائدہ ہے، یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ سنت زائدہ بھی اُس وقت ہے کہ جب بیعت کسی صاحب حال کے ہاتھ پر ہو، ورنہ بدعت ہے۔ سنت زائدہ درجۂ استحباب میں ہوتی ہے ، لہٰذا بیعتِ مروّجہ زیادہ سے زیادہ مستحب کے درجہ میں آسکتی ہے۔ چونکہ سنتِ زائدہ اور مستحب حکماًَ ایک ہوتے ہیں اور ان کے ترک پر نہ کچھ عتاب ہے نہ عذاب۔" (۲۲)

**زیارتِ قبورو زیاراتِ مزارات:**

اسلامی نظامِ تصوف میں ’’ زیارات‘‘ کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ زیارت شیخ کی زندگی میں بھی کی جاتی ہے اور بعد از وصال بھی۔ زندگی میں ملاقات اور صحبتِ فیض کا شرف حاصل کرنے کے لئے زیارت کی جا تی ہے اور وصال کے بعد صالحین کی قبور پر حاضری دے کر یہ شرف حاصل کیا جاتا ہے۔ صالحین کی مزارات کی زیارت کا مقصد مرشد کی روح کو ثواب پہچانا اور روحانی فیض کا حصول ہوتا ہے۔اس سلسلہ میں مریدین مزارات پر جاکر قرآن مجید کی تلاوت،نوافل کی ادائیگی اورغرباء کو شرینی کی تقسیم جیسے اعمال سر انجام دیتے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ میں یہ اعمال باعثِ اجر و ثواب ہیں۔ ان سے صاحبِ مزار اورزائر دونوں کو فائدہ حاصل ہو تا ہے۔شریعت میں زیارتِ قبور کا حکم دیا گیا ہے اورساتھ ساتھ مقاصدِ زیارت کی تعلیم اور حدود کا تعین بھی فرمادیا گیا ہے۔سنت رسولﷺ

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

سے ہمیں باقاعدگی سے زیارتِ قبور کے جانا،قبرستان میں اہل قبور کو سلام کرنا، اپنے لئے ، اُن کے لئے دعائے رحمت و مغفرت فرمانااور اہل قبور سے مخاطب ہونے جیسے امور سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔علماء کرام نے زیاراتِ قبور کے سلسلہ میں تقبیلِ مزار جیسے عمل سے منع کیا ہے۔ اس امتناع کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ عوام الناس کی اکثریت اَن پڑھ اور جاہل ہوتی ہے، وہ قبر اورصاحبِ قبر کی حیثیت،مقام اور مرتبہ کا صحیح ادراک نہیں کر سکتے ۔ اس طرح وہ بوسہ زنی سے سجدہ کی طرف ترقی کر جاتے ہیں اور ان کے اس عمل سے اہل مشرکین کے طریقوں کی مشابہت کا احتمال پایا جاتاہے۔شریعت میں ہر وہ عمل نا جائز ہے جس کی مشابہت اہل کفراور اہل شرک سے ہو۔بعض صوفیا ء کہ نزدیک مزارات کو بوسہ دینا صاحبانِ معرفت کے لئے جائز ہے،لیکن ضروری نہیں۔اُن کا یہ عمل محبت و تکریم کی انتہائی حالت ہے، بہرحال اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس عمل کو حرام اور شرک قرار دینا بھی ٹھیک نہیں،کیونکہ اس عمل میں نیت کا بہت عمل دخل ہے۔پیرسید غلام نصیر الدین نصیر گیلانیؒ کے نزدیک مزار کا بوسہ لینا جائز ہے۔آپؒ اپنی کتاب ’’ راہ و رسم منزل ہا" میں لکھتے ہیں کہ:

"بہر حال مزارات اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کے اظہارِ احترام کے لئے بوسہ لے لینا مستحب ہے مثلاََ ’’ قرآن مجید کا بوسہ لینا۔ اگر بوسہ لینا شرک ہے تو قرآن مجید اگر چہ خدا کا کلام ہے ،مگر خدا تو نہیں اور اُس کی طرح لا ئقِ سجدہ بھی نہیں۔"(۲۳)

آپؒ کے نزدیک مزار کو بوسہ دینا مستحب عمل ہے۔تقبیلِ مزار کے سلسلہ میں اپنے جدِ کریم حضرت غلام محی الدین بابوجیؒ کا عمل بیان کرتے ہوئے عوام الناس کے سامنے بوسہ زنی سے منع فرماتے ہیں۔

مزید برآں تقبیلِ مزار کے سلسلہ میں اپنے جدِ کریم حضرت غلام محی الدین بابوجیؒ کا عمل اپنے مقالہ’’ اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت‘‘ میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

"میں نے خود اپنے جدّامجد حضرت بابوجیؒ کو بار ہا دیکھا کہ وہ اپنے والد ماجدؒ کے مزار کو بوسہ نہیں دیتے تھے،یعنی کبھی دے دیتے اور کبھی نہ دیتے ۔میں نے ایک مرتبہ خود اُن سے جب یہی سوال کیا تو فرمایا کہ بوسہ دینا ضروری نہیں،عوام جب یہ عمل مسلسل دیکھتے ہیں تو پھر وہ بوسے سے سجدے کی طرف ترقی کرنے لگ جاتے ہیں۔"(۲۴)

**عرس کا قیام:**

عرس کا لفظ حدیث سے ماخوذ ہے،جس کا مفہوم سادہ الفظ میں حدیث شریف کے سیاق و سباق کے

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

مطابق یہ ہے کہ ایک نیک انسان جب وفات پا جاتا ہے تو قبر میں نکیرین کے سوالات کے صحیح جوابات پر اُسے بشارت دی جاتی ہے اور دلہن کی طرح سو جانے کے لئے کہا جاتا ہے۔صوفیا ء کرام کہتے ہیں قبر میں دیدارِ حبیب ؐ نصیب ہوتا ہے، وہاں اہل ایمان کے لئے اس سے بڑھ کراورخوشی نہیں ہو سکتی ہے،اس لئے بزگان کے وصال کے دن کو عر س( خوشی کا دن) کہا جاتا ہے۔

"مشکوٰۃ شریف'' میں درج بالا حدیث کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے :

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قبر المیت اتاہُ ملکان اسوادان ازراقان یقال لاحدھما المنکر و للا خر النکیر فیقولان ما کنت تقول فی ھذا لرجل فان کان مومناَ فیقول ھوا عبداللہ و رسولہٗ اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہٗ و رسولہٗ فیقولان قد کنا نعلم انک تقول ھذاثم یفتح لہٗ فی قبرہٖ سبعون ذراعَا فی سبعین ثم ینور لہٗ فیہِ یوال لہ نم فیقول ارجع الی اھلہٖ فا خبرھم فیقولان نم کنومۃِ الْعُرُوْسِالَّذِی لَا یُو قظہٗ الّاَ اَحَبُّ اَھْلِہٖ الیْہِ حتّٰی یبعثہٗ اللہُ من مضجعہٖ ذالک۔(۲۵)

ترمذی شریف میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قبر المیت او قال احدکم اتاہُ ملکان اسوادان ازراقان یقال لاحدھما المنکر و للا خر النکیر فیقولان ما کنت تقول فی ھذا لرجل فیقول ما کان یقول ھوا عبداللہ و رسولہٗاشھدان لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہٗ و رسولہٗ فیقولان قد کنا نعلم انک تقول ھذا ثم یفتح لہٗ فی قبرہٖ سبعون ذراعَ ا فی سبعین ثم ینور لہٗ فیہِ یوال لہ نم فیقول ارجع الی اھلہٖ فا خبرھم فیقولان نم کنومۃِ الْعُرُوْسِ الَّذِی لَا یُو قظہٗ الّاَ اَحَبُّ اَھْلِہٖ الیْہِ حتّٰی یبعثہٗ اللہُ من مضجعہٖ ذالک۔۔۔۔۔۔و فی الباب عن علی و زید بن ثابت و ابن عباس والبراء بن عازب و ابی ایوب و انس و جا بر و عائشہو ابی سعید کلھم رووا عن النی ﷺ فی عذاب القبر (۲۶)

صوفیاء کرام حضور اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے ہر سال صالحین کے مزارات پر اکٹھے ہوتے ہیں،فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور اپنے لئے اور اُن کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔دعائے مغفرت گنہگاروں کے لئے کفارہ اور نیکو کاروں کے لئے ترقئ درجات کا ذریعہ بنتی ہے۔مو جودہ دور میں عرس کے موقع پرجو تقریبات منعقد کی جاتی ہیں،اس قسم کی باقاعدہ تقریبات کا عہدِ رسالتؐ اور عہدِصحابہؓ میں ثبوت نہیں ملتا۔اس حوالہ سے اس رسمِ عرس کو بدعت بھی نہیں کہا جا سکتا ،کیونکہ اس کے قیام کے مقاصد کی اصل سنتِ رسولﷺ سے ثابت ہے۔عرس کے قیام سے شریعت کے درج ذیل احکامات کی پیروی ہوتی ہے۔

۱۔زیارتِ قبور: جس کا مقصد عبرت کا حصول اور آخرت کی یاد ہے۔

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

۲۔ایصالِ ثواب: اس سے فوت شدگان اور زائر دونوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۳۔غرباء و مساکین کی مدد: عرس کے موقع پر لنگر کا اہتمام ہوتا ہے اور غرباء و مساکین کو کھاناوغیرہ دیا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے فوائد ہیں ۔موجودہ دور میں بہت سے خرافات اس رسم میں شامل ہو گئی ہیں جن عرس کی تقریب سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ ان خرافات کی وجہ سے بھی اس کو نا جائز نہیں قرار دیا جا سکتابلکہ اس صورتِ حال میں اصلاح کی ضرورت ہے۔اہل علم حضرات کو اپنا منصبی کردار ادا کرنا چاہیئے اور اس کے ساتھ ساتھ درگاہ کے وارثین کی بھی یہ ذمہ دار ہے کہ وہ غیر شرعی امور کے ارتکاب سے اپنے مریدین کو منع کریں۔ہر وہ راستہ بند کر دینا چاہیئے جس سے غلط کاری کا اندیشہ ہو ۔مستورات کی عرس کے مواقع پر مزارات پر حاضری کی پا بندی ہو ،مزارات کا طواف اور سجدہ جیسے ممنوعہ کاموں سے سختی سے روکا جائے۔میلوں،ٹھیلوں ،دنگلوں اور ٹھیٹھروں سے اجتناب کیا جائے۔پیر سیدغلام نصیرالدین نصیرگیلانیؒ عرس کے قیام کے قائل تھے اور عرس کی محافل میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے۔آپ ؒکے نزدیک مزارات پر عظمت و تکریم کے لئے چادریں اور پھول چڑھانا جائز عمل ہے۔اس عمل سے دوسرے ادیان کے پیروکاروں کے دلوں میں مسلم اکابرین کی عظمت اور شان کا رُعب و دبدبہ طاری ہوتا ہے۔

**سماع یا قوالی:**

آیاتِ قرآنیہ،احادیثِ نبویہ اور اقوال و افعال اکابر سے سماع کا جائز ہو نا ثابت ہے۔سماع بلا مزامیر اور سماع بالمزامیر دونوں جائز ہیں۔ سماع بالمزامیر آنحضرتﷺ کے سامنے واقع ہوایہ الگ بات ہے کہ فی زمانہ مروّجہ آلاتِ مزامیر ،آنحضرت ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں رواج پذیر نہ تھے۔ آنحضرتﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی حیاتِ مقدسہ سے سلوک الی اللہ کے حصول کے لئے سماع کی محافل کے باقاعدہ انعقاد کا ثبوت نہیں ملتا۔سماع مباح ہے فرض نہیں۔سماع کے جواز کا انحصار اہل سماع کے رجحان،ذوق اور دلچسپی پر ہے ،اگر سماع کے اثر سے سلوک الی اللہ کی طرف ترقی اور کشش ہوتی ہے اور رغبت بڑھتی ہے تو جائز ہے اور اگر اس طرح کی کوئی کیفیت طاری نہیں ہوتی تو لغوہے۔اہل علم سماع کے جواز کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کرتے ہوئے منع کرتے ہیں اور دوسری طرف صاحبِ حال صوفیاء کے سباع کو بھی بُرا نہیں کہتے۔جو صوفیاء سماع کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے بھی کئی شرائط عائد کر رکھی ہیں۔صوفیاء کی طرف سے ان شرائط کے ساتھ ساتھ،آدابِ سماع کو بھی ملحوظ رکھنے کی تا کید کی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں محافلِ سماع ایک رسم

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

کی صورت اختیار کر چکی ہیں،جس میں بہت سی خرافات شامل ہو چکی ہیں اور مقصدِ سماع فوت ہو چکا ہے۔اس لئے احتیاط کے پہلو کو اپناتے ہوئے پر ہیز ضروری ہے۔ پیرسید غلام نصیر الدین نصیر گیلانیؒ کے مطابق صاحبِ شعور اورصاحبِ ذوق حضرات،حدود و قیود میں رہ کر ،آدابِ سماع کا خیال رکھتے ہوئے وصول الی الحق کے لئے سماع سن سکتے ہیں۔

پیرسید غلام نصیر الدین نصیر گیلانیؒ اپنی کتاب ''نام و نسب'' میں سماع کے حوالہ سے اپنا نظریہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"سماع بالمزامیر کے بارے میں اتنا عرض کر دیناکافی ہے کہ ہمارے نزدیک جو لوگ اسے وصول الی الحق ( حق تک پہنچنے ) کا وسیلہ جلیلہ سمجھتے ہیں ،یعنی یہ کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں ،وہ یقیناً غلطی پر ہیں،کیونکہ اس کے علاوہ اور بھی ذرائع وصول موجود ہیں۔لیکن جو لوگ حدود و قیود میں رہ کر سنیں اور مزامیر کے ذوق کے ساتھ اس کا شعور بھی رکھتے ہوں اور آدابِ سماع کو بھی ملحوظ رکھیں،تو شریعتِ مطہرہ میں کوئی ایسا حکم نہیں ملتا ،جس کی رو سے اِسے ناجائز قرار دیا جائے۔"(۲۷)

**کراماتِ اولیاء کا ظہور:**

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمھم اللہ کو اپنے خصوصی فضل سے اکرام و عظمت سے نوازتا ہے۔مؤجزہ و کرامات انہی نوازشات میں سے ہیں۔مؤجزہ و کرامات خارقِ عادات واقعات کے ظہور کا نام ہے۔جب ان واقعات کا ظہور ایک نبی سے ہوگا تو یہ مؤجزہ کہلائے گا اور جب ایک ولی سے ظہور ہوگا تو کرامت کہلائے گی۔کرامت کا ظہور ایک نیک ،متقی،صالح اور صاحبِ شریعت بندے کے ہاتھوں ہوگا۔ان کے علاوہ خارقِ عادات واقعات کا ظہور جادو،ٹونہ اور شعبدہ بازی کہلائے گا۔ضروری نہیں کہ ہر بزرگ صاحب کرامت ہو، بزرگی کی دلیل استقامت ہے کرامت نہیں۔استقامت علمِ شریعت سے ملتی ہے اور علم ہی بذاتِ خود بہت بڑی کرامت ہے،یہی وجہ ہے کہ پیر سیدغلام نصیر الدین نصیرگیلانیؒ علم کو کرامت پر ترجیح دیتے ہیں۔آپؒ لکھتے ہیں کہ:

"میں توبحمد اللہ تعالیٰ مقبو لوں اور فقیروں کا نیاز مند ہوں ،اس کے باوجود بھی مجھے اُن کا مخالف سمجھا اور کہاجا تا ہے۔ وہ بھی صرف اس بنا پر کہ میں اکا بر اولیاء کے عقائد و تعلیمات کی تشریح کرتا اور اُن کو اپنانے کی تا کید کرتا ہوں اور اُن کی علمی وجا ہت اور دینی خدمات کو اُن کی طرف منسوب کرامات پر ترجیح دیتا ہوں ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں کرامت یا کشف کا منکر ہوں ۔ البتّہ صرف اتنا کہتا ہوں کہ جو صوفیائے سلف کی تعلیمات کو چھوڑ کر محض اُن کی طرف منسوب کشف و

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

کرامات کی داستانوں کو دین کا رکنِ اعظم اور ایمان کا جزو سمجھتے ہیں ،وہ میدان میں نکلیں اور صرف تقریری طور پر نہیں ، بلکہ تحریری طور پر مخالفین کے اعتراضات کا مُسکت اور ٹھوس جواب دیں۔"(۲۸)

**حوالہ جات**


۱ ۔مہرمنیر،ص ۵۲

۲۔نام و نسب،ص۳۶۲

۳۔ما ہنامہ ضیائے حرم(لاہور)،ص۱۲،مارچ ۲۰۰۹ ؁ء

۴۔مقدمہ ابن خلدون،حصّہ دوم،فصل ۱۱،ص ۶۴۴

۵۔کشف المحجوب ( مترجَم)،ص۸۳

۶۔عوارف المعارف( مترجَم)،ص۹۹

۷۔راہ و رسمِ منزل ہا، ص۵

۸۔ مشکوٰۃ شریف( مترجَم)،کتاب الایمان،ج۱،ص۱۵

۹۔تفسیر مظہری،جلد۲،۳۸۲

۱۰۔نام و نسب،ص۱۸۵

۱۱۔راہ و رسمِ منزل ہا، ص ۸۲

۱۲۔راہ و رسمِ منزل ہا،نی، ص ۱۷۵

۱۳۔راہ و رسمِ منزل ہا، ص ۸۵

۱۴۔مقابیس المجالس ،ص۲۱۶

۱۵۔اہ و رسمِ منزل ہا، ص ۱۷۴

۱۶۔مقابیس المجالس،ص۲۱۶

۱۷۔راہ و رسمِ منزل ہا، ص۱۷۲

۱۸۔ آئینۂ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت(مقالہ)،ص۳

۱۹۔آئینۂ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت(مقالہ)،ص۱۱

۲۰۔ آئینۂ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت(مقالہ)،ص۳۳

۲۱۔ آئینۂ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت(مقالہ)،ص۳۲

۲۲۔ آئینۂ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت(مقالہ)،ص۳۲

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

۲۳۔راہ و رسمِ منزل ہا، ص ۱۶۱

۲۴۔اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت، ص ۴۱

۲۵۔مشکوٰۃ شریف،باب اثبات عذاب القبر، ج۱،ص۷۵

۲۶۔ سنن ترمذی، باب اثبات عذاب القبر، ج ۱،ص۱۲۷

۲۷۔نام و نسب،ص۶۴۴

۲۸۔موازنہ علم و کرامت( رسالہ)،ص۳۵

**مصادر و مراجع**

۱۔ القرآن الکریم

۲۔تفسیر مظہری ،قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ،مکتبہ رشیدیہ سرّکی روڈ کوئٹہ،س ن

۳۔بخاری شریف (مترجَم)،ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،(مترجِم )مو لانا عبد الحکیم خاں اخترشاہجہانپوری،، فرید بک سٹال،۳۸۔اردو بازارلاہور،س ن

۴۔ سنن ترمذی،ابی عیسیٰ محمدبن عیسیٰ،،ادارہ تالیفات اشرافیہ،چوک فوارہ ملتان،س ن

۵۔سنن ابن ما جہ،ابو عبداللہ محمد بن یزید ماجہ،،مکتبہ دار القرآن والحدیث ملتان ،س ن

۶۔مشکوٰۃ شریف( مترجم)،ولی الدین محمد بن عبداللہ ،(مترجِم )مولانا عبدالحلیم علوی،مکتبہ رحما نیہ، اقراء سنٹر ،۱۸۔اردو بازار لاہور

۷۔مقدمہ ابن خلدون مترجم،عبدالرحمٰن ابن خلدون،نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی،س ن

۸۔کشف المحجوب( مترجَم)،علی بن عثمان ہجویری،(مترجِم )علامہ فضل الدین گوہر،ضیاء القران پبلی کیشنز لاہور۔س ن

۹۔عوارف المعارف( مترجَم)،عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی،(مترجِم )ایم اے ، رشید احمد،اسد پبلی کیشنز۱۹۹۔سر کلر روڈ لاہور،س ن

۱۰۔مزاراتِ اولیاء اور توسل،سید شاہ تراب الحق قادری،بزم رضا(حلقہ کھارادر)، ویلفئر سو سائٹی،نزد بسم اللہ مسجد کھارادر،کراچی

۱۱۔اعلاء کلمۃاللہ،پیر مہر علی شاہ،پاکستان انٹر نیشنل پر نٹرز جی ٹی روڈ،باغباں پورہ،لاہور،جنوری 1985 سے ء

۱۲ ۔مہرمنیر،فیض احمدفیض ،علامہ،پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز(پرائیویٹ) لمٹیڈ،لاہور، ۱۹۹۷

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.16-38.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

۱۳۔مقابیس المجالس، کپتان واحد بخش سیال ربّانی،الفیصل ناشران و تاجران کتب ،غزنی سٹریٹ اردوبازار لاہور،س ن

14۔نام و نسب،پیر سیدغلام نصیرالدین نصیرگیلانی، مہر یہ نصیریہ پبلیشرز ،درگاہ گولڑہ شریف،اسلام آباد، ۲۰۰۱ ۱۴

۱۵۔راہ و رسمِ منزل ہا،پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانی،مہر یہ نصیریہ پبلشر، گولڑہ شیر یف،دسمبر 2013 سنہ ء

۔ آئینۂ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت(مقالہ)، پیر سیدغلام نصیرالدین نصیرگیلانی،مکتبہ غوثیہ مہر ۱۶ یہ نصیریہ (گولڑہ شریف)

۱۷۔اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت،پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانی،مہر یہ نصیریہ پبلشر، گولڑہ شیر یف

۱۸۔موازنہ علم و کرامت( رسالہ)،پیر سیدغلام نصیرالدین نصیرگیلانی، ادارہ طلوعِ مہر ،دربار عالیہ گولڑہ شریف،اسلام آباد،س ن

۱۹۔رنگِ نظام،پیرسید غلام نصیرالدین نصیر گیلانی،مہر یہ نصیریہ پبلشر، گولڑہ شیر یف،س ن